عباراتــــ والفاظِ قرآن میں مقصودالٰہی کی تعیین

(قرآنی اردو تراجم کا تقابلی مطالعہ)

(Determining the Allah's Purpose in the Phrases and Words of the Qur'ān)

Dr. Malik Kamran [1]
Dr. Shahzada Imran Ayyub[2]

Abstract:
Qura'ān is being heard and read for centuries. To make Qura'ān understandable, there are several Translations available. For this purpose, there is a lot variety of eloquent words and phrases while converting from Arabic to Urdu. Also, divine testimony and divine purpose are also taken into consideration while translating and besides that the most important is the sectorial taste and importance of the translator in the context of which he chooses the words while translating. Therefore, the Urdu translations done in the subcontinent differ from each other literally and semantically in the same aspects which make a big difference in determining the meanings and issues and in determining the divine purpose. Everybody then seems to prefer their school of thought's translation undermine other ones. Although the translators sincerely performed this great service of the Qura'an and tried their best to choose words closer to the divine meaning, but the translation of the Qur'an into another language would never pays off its right to the original arabic transcript. Indo-Pak subcontinent's famous published Qura'anic translations i.e, Kanz-ul-Iman by Ahmad Raza Khan Barelvi, Translation by Maulana Muhammad Juna Garhi in Ahsan Al-Bayan and Maulana Mahmood Al-Hassan Translation in Ma'arif-ul-Quran being published. In this article, the above mentioned translations will be compared in terms of closeness with the original Arabic transcript.

Key words: *Quran, Hadith, Mofussireen, Preliminary, Translation*

قرآن اللہ کی طرف سے قیامت تک کے لئے امت محمدیہ ﷺ کا معجزہ ہے۔اس کی تدوین کے بعد اس کی اشاعت میں ہر مسلمان خلیفہ اور بادشاہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اپنے اپنے ادوار میں قرآن کی دعوت کو پھیلانے کے لئے ناصرف عربی زبان کے حاملین تک اس مجموعہ کو پہنچایا بلکہ غیر عرب علاقوں میں مختلف زبانوں میں اس کے تراجم کا اہتمام بھی کیا۔

[1]. Assistant Professor, Department of IslamicStudies, University of Lahore, Lahore
[2]. Assistant Professor, Department of IslamicStudies, University of Lahore, Lahore

برصغیر میں اس کی ابتداء شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی کہ جنہوں نے اپنے دور میں قرآن کا فارسی ترجمہ کیا۔ برصغیر چونکہ مختلف قوموں کی آماجگاہ تھا جس میں غیر مسلم مذاہب تو تھے ہی لیکن مسلمانوں کے مختلف فرق بھی اپنے مخصوص نظریات کو لیے بس رہے تھے۔

چونکہ برصغیر میں اقوام مختلفہ سے رابطہ کے لئے اردو زبان ہی واحد ذریعہ تھی لہذا اٹھارویں صدی میں اردو صحافت کو عروج ملا اور انیسویں صدی میں اردو اپنے جوبن پر تھی۔ اس عرصہ میں اردو زبان میں قرآن کے بہت سے تراجم ہوئے۔ مسلمانوں کے ہر مسلک کے علمانے اس خدمت میں حصہ لیا۔ برصغیر میں مسلمانوں کے مسالک کے اختلاف کی وجہ سے ان کے نظریات و افکار کا تنوع بھی ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا تھا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ تمام مکاتب فکر کے تراجم قرآن میں بنیادی طور پر کوئی خاص فرق نہیں۔ جیسا کہ تفاسیر کے اندر ہوتا ہے۔ تاہم علما کے کئے گئے تراجم چونکہ عربی زبان کے مطالب و مفہوم کو ایک عجمی زبان یعنی اردو میں ڈھالا گیا تھا۔ لہذا ہر مترجم نے عربی الفاظ کو اپنی سوچ کے زاویے اور استنباطی قوت سے اردو الفاظ میں متعین کیا۔ جس سے عبوری طور پر ان تراجم میں تنوع پیدا ہو گیا جو کہ فقط الفاظ کا تنوع تھا۔ لیکن ان الفاظ کے انتخاب کی ذرا سی بے احتیاطی قرآن کے مفہوم کو اس کے مقصود سے پرے لے جا سکتی تھی۔

تراجم میں مترجمین کے اپنائے ہوئے اسلوب اور الفاظ کے انتخاب کے اختلاف سے اسلامی حلقوں اور معاشرے میں پیدا ہونے والے اثرات قابل غور ہیں۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ قرآن کے الفاظ کا کماحقہ ترجمہ غیر عربی زبان میں بیان ہو ہی نہیں سکتا تاہم مقصود الٰہی کی ترجمانی قریب سے قریب تر کی جا سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ اردو زبان میں کیے گیے تراجم میں بھی مترجم کے ترجمہ کے الفاظ کا چناؤ بڑا اہم حثیت کا حامل سمجھا جاتا ہے اور یہی الفاظ مراد الٰہی اور مفہوم القرآن کا تعین کرتے نظر آتے ہیں۔ زیر نظر تحریر میں برصغیر پاک و ہند کے معروف قرآنی تراجم کا تقابلی مطالعہ پیش کیا جا رہا ہے جس میں استعمال کیے گیے اردو الفاظ کو احادیث و آثار اور اور مفسرین کی آراء پر پرکھتے ہوئے اقرب الفاظ کو ترجیح دی گئی ہے اور اس کے لیے برصغیر کے معروف مسالک کے نمائندہ تراجم کا انتخاب کیا گیا ہے جن میں احسن البیان، معارف القرآن اور کنز الایمان شامل ہیں اسی طرح تراجم کی امثال کی تحدید کے لیے سورہ البقرہ، آل عمران، النساء اور المائدہ کی منتخب آیات کو سامنے رکھا گیا ہے۔

"بِئْسما اشتروا بهٖ اَنفسهُم اَن يكفروا بماَ اَنزل اللهُ بغيا اَن ينزل اللهُ من فضلهٖ علٰى من يشآء من عباده, فبآءو بغضب علٰى غضب. و للكٰفرين عذاب مهِين۔" [3]

❖ **اشتروا، کا ترجمہ**

کنزالایمان:

"کس برے مولوں نے انہوں نے اپنی جانوں کو خرید ا کہ اللہ کے اتارے سے منکر ہوں اس کی چلن سے کہ اللہ اپنے فضل سے اپنے

---

(3) سورۃ البقرۃ:90

Al-Baqrah, 90:2

جس بندے پر چاہے وہی اتارے تو غضب پر غضب کے سزاوار ہوئے اور کافروں کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔"[4]

احسن البیان:

"بہت بری ہے وہ چیز جس کے بدلے انہوں نے اپنے آپ کو بیچ ڈالا، وہ ان کا کفر کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ چیز کے ساتھ محض اس بات سے جل کر کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ پر جو چاہا نازل فرمایا، اس کے باعث یہ لوگ غضب پر غضب کے مستحق ہو گئے اور ان کافروں کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔"[5]

معارف القرآن:

"بری چیز ہے وہ جس کے بدلے بیچا انہوں نے اپنے آپ کو کہ منکر ہوئے اس چیز سے جو اتاری اللہ نے اس ضد پر کہ اتارے اللہ اپنے فضل سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں سے، سو کما لائے غصہ اور کافروں کے واسطے عذاب ہے ذلت کا۔"[6]

تقابل:

مذکورہ آیت میں 'اشتروا' کا ترجمہ صاحب کنز الایمان نے 'خریدا' جبکہ احسن البیان اور معارف القرآن میں بیچنا کے معنٰی میں لیا گیا ہے۔ اشتری کا عام طور پر ترجمہ خریدنا کیا جاتا ہے جبکہ خرید و فروخت دونوں پر بھی بولا جاتا ہے۔ لیکن اس آیت میں کسی چیز کے بدلہ میں اپنی جان بیچنا کے معنیٰ میں آیا ہے۔ جیسا کہ علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اشتروا به أنفسهم والمخصوص بالذم (أن يكفروا) والشتروا بمعنى باعوا[7]

"اپنی جانوں کو اس کے بدلے بیچنا ذم کے لیے مخصوص ہے یعنی انہوں نے کفر کیا اور اشتروا یہاں بیچنے کا معنیٰ میں ہے۔"

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

﴿بئسما اشتروا به أنفسهم﴾ يقول: باعوا به أنفسهم[8]

"یعنی انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا۔"

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

(4) احمد رضا خان بریلوی، کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، س ن، ص:18

Ahmad Raza Khan Brelvi, Kanzul Imān fī Tarjmtul Qur'ān (Ziā Publications, Lahore) p.18

(5) محمد جوناگڑھی، ترجمہ قرآن ملحق تفسیر احسن البیان از حافظ صلاح الدین یوسف، مکتبہ دار السلام، الریاض، 118ھ، ص:17

Muhammad Jūnā Garrhī, Tarjumah Qur'ān Mulhiq Tafsīr Ahsn-ul-Bayān, Riyadh, Dārusslām, 118AD, p.17

(6) محمد شفیع، معارف القرآن، ادارہ معارف، کراچی، 1422ھ، 1/ 24

Muhammad Shafi, Ma'ārif-ul-Qur'ān, Idārah M'ārif, Karachi.1412AD, 24/1

(7) الزمخشری، ابو القاسم محمد بن عمر، الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل، دار احیاء التراث العربی بیروت، 1407ھ، 1:296

Al-Zamakhsharī, Muhammad bin Umar, Al-Kashāf, Dār Ihyā Al-Turās ul Arabi, Beirut,1407AD, 296/1

(8) ابن کثیر، اسمعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، سہیل اکیڈمی 198، لاھور، 1:327

Ibn-e-Kathīr, Ismaīl bin Umar, Tafsīr-ul-Qur'ān Al-Azīm, Suhail Academy, Lahore,1998, 327/1

''بئْسما اشتروا بهِ أَنفسهُم أَن يكفروْ بما أنزل الله﴾أي باعوا ، فالأنفس بمنزلة المثمن ، والكفر بمنزلة الثمن لأن أنفسهم الخبيثة لا تشترى بل تباع وهو على الاستعارة أي إنهم اختاروا الكفر على الإيمان وبذلوا أنفسهم فيه-''(9)

''یعنی انہوں نے نفسوں کو قیمت کے بدلے بیچ ڈالا اور یہاں پر قیمت کفر ہے، کیونکہ خبیث جانیں خریدی نہیں جاتیں بلکہ یہاں پر تشتری کہہ کر بیچنا کی طرف اشارہ ہے۔ گویا انہوں نے ایمان کی جگہ کفر اختیار کر لیا اور اپنی جانوں کو خرچ کر دیا۔''

امام ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''﴿اشتروا﴾ بمعنى باعوا يقال: شرى واشترى بمعنى باع وبمعنى اتباع-'' (10)

''یعنی انہوں نے بیچا اور شری و اشترہ کے صیغے بیچنے کے معنی میں بھی آتے ہیں۔''

دیے گئے مفسرین کے حوالوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مذکورہ آیت میں اشتروا کا معنی خریدنا نہیں بلکہ بیچنا درست ہے۔ لہٰذا احسن البیان اور معارف القرآن میں مرقوم ترجمہ بیچنا ہی درست ہے۔

❖ القواعد، سے مراد

﴿ وإذ يرفع إبراهيم القواعد من البيت و إسمٰعيل، ربنا تقبل منا،إنك أنت السميع العليم-﴾(11)

کنزالایمان:

''اور جب اٹھاتا تھا ابراہیم علیہ السلام اس گھر کی نیویں اور اسماعیل علیہ السلام یہ کہتے ہوئے اے رب ہماری ہم سے قبول فرما بے شک تو ہی ہے سنتا جانتا۔''(12)

احسن البیان:

''ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کعبہ کی بنیادیں اور دیواریں اٹھاتے جاتے تھے کہ ہمارے پروردگار! تو ہم سے قبول فرما، تو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔''(13)

---

(9) شھاب الدین سید محمود آلوسی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ، 1:321

Ālūsī, Syed Muhamad, Tafsīr Rūhul M'ānī, Dar-ul-Kutab Al-Ilmiyah, Beirut,1415AD, 321/1

(10) عبد الحق بن غالب بن عطیۃ، المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1422ھ، 1:392

Abdul Haq, Ibn-e-Atiyah, Al-Muharar Al-Wajīz, Dār Al-Kutub Al-Ilmiyah, Beirut,1422AD, 392/1

(11) سورۃ البقرۃ:127

Al-Baqrah,127:2

(12) احمد رضا خان، کنزالایمان، ص:24

Ahmad Raza Khan Brelvi, Kanzul Imān, p.24

(13) جوناگڑھی، ترجمہ قرآن ملحق تفسیر احسن البیان، ص:24

Muhammad Jūnā Garrhi ,Tarjamah Qur'ān, p.24

معارف القرآن:

"اور یاد کرو جب اٹھاتے تھے ابراہیم علیہ السلام بنیادیں خانہ کعبہ کی اور اسماعیل علیہ السلام دعا کرتے تھے۔ اے پروردگار ہمارے قبول کر ہم سے بے شک تو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔"[14]

تقابل:

مذکورہ بالا آیت میں صاحب کنز الایمان نے 'و إذ یرفع إبراھیم القواعد من البیت'کا ترجمہ 'اور جب اٹھاتا تھا ابراہیم علیہ السلام اس گھر کی نیویں' کیا ہے جبکہ احسن البیان میں 'ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کعبہ کی بنیادیں اور دیواریں اٹھاتے جاتے تھے' اور معارف القرآن میں 'اور یاد کرو جب اٹھاتے جاتے تھے ابراہیم علیہ السلام بنیادیں خانہ کعبہ کی'کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ مذکورہ تراجم میں درج ذیل نکات قابل غور ہیں:

1۔ معارف القرآن میں 'اور یاد کرو'کا اضافہ کیا گیا ہے جبکہ اس ترجمہ کے الفاظ اس آیت میں مذکور نہیں ہیں۔

2۔ معارف القرآن کے ترجمہ میں ہے 'اٹھاتے جاتے تھے ابراہیم علیہ السلام بنیادیں خانہ کعبہ کی اور اسماعیل علیہ السلام دعا کرتے تھے' میں 'اسماعیل علیہ السلام دعا کرتے تھے' سے معلوم ہوتا ہے کہ مترجم نے اسے جملہ مستانفہ سمجھا ہے اور شبہ پڑتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام بنیادیں اٹھا رہے تھے اور اسماعیل علیہ السلام دعا فرما رہے تھے، جبکہ یہ واؤ عاطفہ ہے اور اس کا عطف اسم ابراہیم پر ہے جو کہ یرفع کا فاعل ہے۔ لہٰذا اسے جب اردو میں لکھا جائے گا تو ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ لکھا جائے گا ورنہ معنٰی کی تفہیم میں فرق پڑ جاتا ہے۔

3۔ احسن البیان میں ترجمہ مرقوم ہے کہ "بنیادیں اور دیواریں بناتے جاتے تھے' اردو میں بنیاد اٹھانا کا مطلب اس کی دیواروں کو اٹھانا ہوتا ہے۔ جس کے لئے صرف یہی الفاظ کافی تھے جیسا کہ صاحب کنز الایمان اور صاحب معارف القرآن نے کیے ہیں۔" بنیادیں اٹھانا' بنیادیں اٹھانا اور دیواریں اٹھانا مترادف ہیں۔ اور احسن البیان میں رقم ترجمہ میں یہ تکرار اور اضافہ ہے لہذا یا تو صرف بنیادیں اٹھانا کر دیا جاتا یا دیواریں اٹھانا کر دیا جاتا۔

❖ صلدا ،کا معنی

﴿ یٰاَیھا الذین اٰمنوا لا تبطلوا صدقٰتکم بالمن و الاَذٰی، کالذي ینفق مالہٗ رئَآء الناس و لا یؤْمن باللّٰہِ و الیوم الاٰخر، فمثلہٗ کمثل صفوان علیہِ تراب فاَصابہٗ و ابل فترکہٗ صلدا، لا یقدرون علٰی شيء مما کسبوا۔ و اللہُ لا یھْدي القوم الکٰفرین.﴾[15]

---

[14] مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، 1:324

Muhammad Shafī.M'ārif-ul-Qu'rān, 324/1

[15] البقرۃ:264

A-Baqrah, 90:2

کنز الایمان:

"اے ایمان والوں اپنے صدقے باطل نہ کر دو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر اس کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرے اور اللہ اور قیامت پر ایمان نہ لائے، تو اس کی کہاوت ایسی ہے جیسے ایک چٹان کہ اس پر مٹی ہے اب اس پر زور کا پانی پڑا جس نے اسے نرا پتھر کر چھوڑا اپنی کمائی سے کسی چیز پر قابو نہ پائیں گے، اور اللہ کافروں کو راہ نہیں دیتا۔"[16]

احسن البیان:

"اے ایمان والو! اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور ایذا پہنچا کر برباد نہ کرو ! جس طرح وہ شخص جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرے اور نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھے نہ قیامت پر، اس کی مثال اس صاف پتھر کی طرح ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو پھر اس پر زوردار مینہ برسے اور وہ اسے بالکل صاف اور سخت چھوڑ دے، ان ریاکاروں کو اپنی کمائی میں سے کوئی چیز ہاتھ نہیں لگتی اور اللہ تعالیٰ کافروں کی قوم کو (سیدھی) راہ نہیں دکھاتا۔"[17]

معارف القرآن:

"اے ایمان والو! مت ضائع کرو اپنی خیرات احسان رکھ کر اور ایذا دے کر اس شخص کی طرح جو خرچ کرتا ہے اپنا مال لوگوں کے دکھانے کو اور یقین نہیں رکھتا ہے اللہ پر اور قیامت کے دن پر سو اس کی مثال ایسی ہے جیسے صاف پتھر اس پر پڑی ہے کچھ مٹی پھر برسا ان پر زور کا مینہ تو رکھ چھوڑا اس کو بالکل صاف کچھ ہاتھ نہیں لگتا ایسے لوگوں کے ثواب اس چیز کا جو انہوں نے کمایا اور اللہ نہیں دکھاتا سیدھی راہ کافروں کو۔"[18]

تقابل:

مذکورہ آیت میں صاحب کنز الایمان نے 'صلدا' کا ترجمہ نرا پتھر' جبکہ احسن البیان میں 'بالکل صاف اور سخت' اسی طرح معارف القرآن میں 'بالکل صاف' کیا گیا ہے۔

صلد کا مطلب سخت ٹھوس، بہت چکنا، سپاٹ، وغیرہ کا ہے۔[19]

علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

---

(16) احمد رضا خان، کنز الایمان، ص:56

Ahmad Raza Khan Brelvī, Kanz-ul-Imān, p.56

(17) جوناگڑھی، ترجمہ قرآن ملحق تفسیر احسن البیان، ص:56

Muhammad Jūnā Garrhī, Tarjuma Qur'ān, p:56

(18) مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، 1:627

Muhammad Shafi, M'āraf Al-Qur'ān, 627/1

(19) القاموس الوحید تحت مادہ صلد

Al-Qāmūs Al-Wahīd, Mada Sald

﴿فترکه صلدا﴾ أجرد نقيا من التراب الذي فإن عليه[20]

"یعنی بالکل مٹی وغیرہ سے صاف چٹان کر گیا۔"

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فترك وابل الوابل ذلك الصفوان صلد أى أملس يابسا أى لا شئ عليه من ذلك التراب بل قد ذهب كله[21]

"زور دار بارش نے اس چٹان کو خشک اور چٹیل بنا دیا یعنی اس پر مٹی وغیرہ سب کچھ اڑ گیا۔"

صلدا کا مطلب یہاں پر صاف اور چٹیل اور سپاٹ کے معنی میں ہے اور ان دونوں الفاظ کا مفہوم احسن البیان کے ترجمہ میں موجود ہے۔

❖ و ليس الذكر كا الأنثى، کا مقصود

''فلما وضعتها قالت رب اِنِي وضعتهآ أُنثٰی, و اللهُ اَعلم بما وضعت, و ليس الذكر كالأُنثٰیۚ و اِنِي سميتها مريم و اِنِيٓ أُعيذها بك و ذريتها من الشيطن الرجيم.'' [22]

کنز الایمان:

"پھر جب اسے جنا بولی، اے رب میرے! یہ تو میں نے لڑکی جنی اور اللہ جو خوب معلوم ہے جو کچھ وہ جنی، اور وہ لڑکا جو اس نے مانگا اس لڑکی سا نہیں اور میں نے اس کا نام مریم رکھا اور میں اسے اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں راندے ہوئے شیطان سے۔"[23]

احسن البیان:

"جب بچی کو جنا تو کہنے لگیں کہ پروردگار! مجھے تو لڑکی ہوئی، اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ کیا اولاد ہوئی ہے اور لڑکا لڑکی جیسا نہیں میں نے اس کا نام مریم رکھا، میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔"[24]

---

(20) زمخشری، الکشاف، 1:233

Al-Zamakhashrī, Al-Kashāf, 233/1

(21) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 1:341

Ibn-e-Kathīr, Tafsīr-ul-Qur'ān, 341/1

(22) سورۃ آل عمران:36

Āl-e-Imrān, 36:3

(23) احمد رضا خان، کنز الایمان، ص:69

Ahmad Raza Khan Bralvi, Kanzul Imān, p.69

(24) جوناگڑھی، ترجمہ قرآن ملحق تفسیر احسن البیان، ص:69

Muhammad Jūnā Garrhī, Tarjmah Qur'ān, p.69

معارف القرآن:

"پھر جب اس کو جنا بولی اے رب میں نے تو اس کو لڑکی جنی اور اللہ کو خوب معلوم ہے جو کچھ اس نے جنا اور بیٹا نہ ہو جیسی وہ بیٹی اور میں نے اس کا نام رکھا مریم اور میں تیری پناہ میں دیتی ہوں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان سے مردود سے۔"[25]

تقابل:

مذکورہ بالا آیت میں صاحب کنز الایمان نے 'ولیس الذکر کا الأنثی' کا ترجمہ اور وہ لڑکا جو اس نے مانگا اس لڑکی سا نہیں' اور احسن البیان میں 'اور لڑکا لڑکی جیسا نہیں' مرقوم ہے جبکہ معارف القرآن میں 'اور بیٹا نہ ہو جیسی وہ بیٹی' کیا گیا ہے۔ علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

﴿و ليس الذكر كا الأنثى﴾ و معناه وليس الذكر الذي طلبت كالأنثى التي وهبت لها۔ [26]

"اس کا معنٰی ہے کہ مذکر جو طلب کیا گیا ہے تھا مؤنث جو عطا کر دی گئی ہے اس جیسا نہیں۔"

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''﴿وليس الذكر كا الأنثى﴾ أي في اللقوة والجه في العبادة و خدمةالمسجد الأقصى.'' [27]

"مسجد اقصیٰ کی خدمت اور عبادت میں جانفشانی اور قوت کے لحاظ سے لڑکا لڑکی جیسا نہیں ہو سکتا۔"

دعا لڑکے کی مانگی گئی تھی، لیکن اللہ نے لڑکی پیدا کر دی تو عمران کی بیوی نے کہا کہ اگرچہ عبادت و ریاضت اور خدمت کے لیے مذکر مونث سے زیادہ سخت جان ہوتا ہے۔ گویا اظہار تاسف تھا۔ ان اظہار کو واضح کرنے کے لئے صاحب کنز الایمان کا ترجمہ 'اور وہ لڑکا جو اس نے مانگا تھا اس لڑکی سا نہیں' معنٰی کو واضح کر رہا ہے۔

❖ **طيبة، کا معنی**

﴿ هُنالك دعا زكريا ربهٗ ۚ قال رب هَب لي من لدنك ذرية طيبة ۚ إِنك سميع الدعآء۔﴾ [28]

کنز الایمان:

"یہاں پکارا زکریا علیہ السلام اپنے رب کو بولا اے رب! میرے مجھے اپنے پاس سے دے ستھری اولاد، بیشک تو ہی ہے دعا سننے والا۔"[29]

---

[25] مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، 2:56

Muhammad Shafī, M'ārif-ul-Qur'ān, 56/2

[26] زمخشری، الکشاف تحت آیت 36

Al-Zamakhsharī, Al-Kashāf, 36

[27] ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 1:385

Ibn e Kathīr, Tafseer-ul-Qur'ān, 385/1

[28] سورۃ آل عمران: 38

Āl-e-Imrān, 38:3

احسن البیان:

"اسی جگہ زکریا علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی، کہا کہ اے میرے پروردگار ! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے شک تو دعا کا سننے والا ہے۔"(30)

معارف القرآن:

"وہیں دعا کی زکریا نے اپنے رب سے کہا اے رب! میرے عطا کر مجھ کو اپنے پاس سے اولاد پاکیزہ بے شک تو سننے والا ہے دعاء کا۔"(31)

تقابل:

مذکورہ بالا آیت میں صاحب کنزالایمان نے 'طیبۃ' کا معنیٰ 'ستھری' کیا ہے جبکہ احسن البیان اور معارف القرآن میں 'پاکیزہ' کیا گیا ہے۔اس آیت میں 'ذریۃ طیبۃ' سے مراد نیک اولاد ہے۔

کنزالایمان کا ترجمہ 'ستھری' میں صرف فرمانبر داری کا پہلو شامل ہے جبکہ پاکیزہ کے لفظ فرمانبر دار اور دوسرے گناہوں سے بچنے کے معانی بھی پائے جاتے ہیں۔اور اس کے لئے پاکیزہ کا لفظ نیک اور فرمانبر دار دونوں کو واضح کرتا ہے لہٰذا احسن البیان اور معارف کا پاکیزہ ترجمہ کرنا بلیغ ہے۔

❖ **فتیلا، سے مراد**

﴿ اَلم تر اِلی الذین یزکون اَنفسھُم ۱ۭ بل اللہُ یزکي من یشآء و لا یظلمون فتیلا۔﴾(32)

کنزالایمان:

"کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جو خود اپنی ستھرائی بیان کرتے ہیں بلکہ اللہ جسے چاہے ستھرا کرے اور ان پر ظلم نہ ہو گا دانہ خرما کے ڈورے برابر۔" (33)

احسن البیان:

"کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا جو اپنی پاکیزگی اور ستائش خود کرتے ہیں؟ بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے پاکیزہ کرتا ہے، کسی پر ایک دھاگے

---

(29) احمد رضا خان، کنزالایمان، ص:69

Ahmad Raza Khan Brelvi, Kanzul Imān, p.69

(30) جوناگڑھی، ترجمہ قرآن ملحق تفسیر احسن البیان، ص:69

Muhammad Juna Garrhi ,Turjuma Qur'ān,p:69

(31) مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، 2:59

Muhammad Shafī, Mārif-ul-Qur'ān, 59/2

(32) سورۃ النساء:49

Al-Nisā, 49:4

(33) احمد رضا خان، کنزالایمان، ص:111

Ahmad Raza Khan Brelvi, Kanz-ul-Imān, p.111

کے برابر ظلم نہ کیا جائے گا۔"[34]

معارف القرآن:

"کیا تو نے نہ دیکھا ان کو جو اپنے آپ کو پاکیزہ کہتے ہیں بلکہ اللہ ہی پاکیزہ کرتا ہے جس کو چاہے اور ان پر ظلم نہ ہو گا تاگے برابر۔"[35]

تقابل:

مذکورہ بالا آیت میں صاحب کنز الایمان 'فتیلا' کا ترجمہ 'دانہ خرما کے ڈورے برابر' جبکہ معارف القرآن میں 'تاگے برابر' اور احسن البیان میں 'ایک دھاگے کے برابر' کیا گیا ہے۔

فتیل عربی زبان میں گٹھلی کے اندر پائے جانے والے دھاگے کو کہتے ہیں۔ اور اسی طرح عام بٹی ہوئی رسی پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس آیت میں فتیل سے مراد کھجور کی گٹھلی کے اندر موجود دھاگہ ہے۔ جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں ہے:

﴿ولا يظلمون فتيلا﴾ أي: ولا يترك لأحد من الأجر ما يوازن مقدار الفتيل.

قال ابن عباس، ومجاهد، وعكرمة، وعطاء، والحسن، وقتادة، وغير واحد من السلف: هو ما يكون في شق النواة[36]

"یعنی اجر میں ایک فتیل کے برابر بھی نہ چھوڑا جائے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ، مجاہد، عکرمہ، حسن، قتادہ رحمۃ اللہ علیہم اور سلف میں سے لوگوں کا یہی موقف ہے کہ اس سے مراد گٹھلی کے شگاف میں جو ہوتا ہے وہ فتیل ہے۔"

آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

المراد بالفتيل ، وهو الخيط الذي في شق النواة وكثيراً ما يضرب به المثل في القلة والحقارة[37]

"فتیل سے مراد وہ دھاگہ جو گٹھلی کے شگاف کے اندر ہوتا ہے اور اکثر طور پر یہ حقارت و تحقیر کے لئے ضرب المثل معروف ہے۔"

مذکورہ آیت میں فتیل کا لفظ اس لیے بولا گیا ہے کہ دھاگے کی چھوٹائی کا تعین ہو جائے۔ یہ سب سے ہلکی چیز ہے لہٰذا عام طور پر یہ کہہ دینا کہ دھاگے کے برابر، اس میں حقارت تو ہے، لیکن جب یہ کہا جائے کہ گھٹلی میں موجود دھاگہ کے برابر تو یہ ایک بالکل چھوٹی چیز

---

[34] جوناگڑھی، ترجمہ قرآن ملحق تفسیر احسن البیان، ص:110

Muhammad Jūnā Garrhī, Tarjumah Qur'ān, p. 110

[35] مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، 2:429

Muhammad Shafī, M'ārif-ul-Qur'ān, 429/2

[36] ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 1:561

Ibn e Kathīr, Tafseerul Quran, 561/1

[37] آلوسی، روح المعانی، 2:54

Ālūsī, Tafsīr Rūh-ul-M'āni, 561/1

کی تعیین ہو جاتی ہے اور اس کی حقارت میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ لہذا صاحب کنز الایمان کا کیا گیا ترجمہ 'دانہ خرما کے ڈورے برابر' بالکل درست ہے۔

❖ ﴿ فمن یملك من اللهِ شیاً ﴾ کا مفہوم

''قل فمن یملك من اللهِ شیًا اِن اَراد اَن یهْلك المسیح ابن مریم و اُمه و من في الاَرض جمیعا۔''[38]

کنز الایمان:

''تم فرمادو۔ پھر اللہ کا کوئی کیا کر سکتا ہے اگر وہ چاہے کہ ہلاک کر دے مسیح ابن مریم اور اس کی ماں اور تمام زمین والوں کو۔''[39]

احسن البیان:

''آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم اور اس کی والدہ اور روئے زمین کے سب لوگوں کو ہلاک کر دینا چاہے تو کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر کچھ بھی اختیار رکھتا ہو؟۔''[40]

معارف القرآن:

''تو کہہ پھر کس کا بس چل سکتا ہے اللہ کے آگے اگر وہ چاہے کہ ہلاک کر دے مسیح ابن مریم کے بیٹے کو اور اس کی ماں کو اور جتنے لوگ ہیں زمین میں سب کو۔''[41]

تقابل:

صاحب کنز الایمان نے﴿ فمن یملك من اللهِ شیاً ﴾کا ترجمہ ''پھر اللہ کا کوئی کیا کر سکتا ہے۔'' کیا ہے احسن البیان میں ''کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر کچھ بھی اختیار رکھتا ہو۔'' درج ہے جبکہ معارف القرآن میں ''کس کا بس چل سکتا ہے۔'' کیا گیا ہے۔ علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر یوں کرتے ہیں:

''﴿ فمن یملك من اللهِ شیًا ﴾ فمن یمنع من قدرته وحیثیته شیئا۔''[42]

''کون ہے جو اللہ کی قدرت اور مشیت کو کسی چیز سے روک دے۔''

---

(38) سورۃ المائدہ:17

Al-Māedah, 17:5

(39) احمد رضا خان، کنز الایمان، ص:17

Ahmad Raza Khan Brelvi, Kanz-ul-Imān, p.17

(40) جونا گڑھی، ترجمہ قرآن ملحق تفسیر احسن البیان، ص:141

Muhamad Jūnā Garrhī, Tarjumā Qur'ān, p.141

(41) مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، 3:58

Muhammad Shafī, M'āriful Qur'an,3:58

(42) زمخشری، الکشاف، 2:12

Al-Zamakhsharī, Al-Kashāf, 12/2

امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

﴿ فمن يملك من اللهِ شيئاً ﴾ عاطفة على مقدره أو جواب شرط محذوف، و (من) استفهاميه للإنكار والتوبيخ، والملك الضبط والحفظ التام عن حرم والمراد ههنا فمن يمنع أو يستطيع[43]

"یہ کسی مقدر پر عطف ہے یا محذوف شرط کا جواب ہے اور (من) استفہامیہ ہے انکار اور ڈانٹ کے لیے ہے۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ کون ہے جو اللہ کو اس کے اس کام سے روک دے یا اس کی روکنے کی استطاعت وطاقت ہو۔"

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے:

''فمن الذي يقدر على أن يدفعه عن مراده ومقدوره أي فمن يملك من أفعال الله شيئا، والملك و القدرة يعني فمن الذي يقدر على دفع شيئ من افعال (والله تعالى ومنع شيئ من مراده۔'' [44]

"کون ہے جو یہ طاقت رکھتا ہو کہ اللہ کی مراد وطاقت کو رد کر سکے یعنی کون اختیار رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال پر ملکیت جتلا سکے اور ملک سے مراد قدرت یعنی اللہ تعالیٰ کے کئے گئے فیصلہ ومراد کے کاموں پر کوئی اختیار رکھے۔"

مذکورہ بالا مفسرین کی تشریحات کے مطابق ملکیت میں اللہ کے افعال اور اس کی ذات دونوں ہی شامل ہیں۔ لہٰذا اس آیت میں (ملک) کا ترجمہ اختیار کرنا بلیغ ہے اور احسن البیان میں اس ترجمہ کو اختیار کیا گیا ہے۔ اس طرح کنزالایمان اور 'معارف القرآن' کے ترجموں سے زیادہ بلیغ 'احسن البیان' کا ترجمہ معلوم ہوتا ہے۔

❖ 'فی الأرض لمسرفون' کا ترجمہ

''ولقد جآءتهُم رسلنا بالبينٰت ۱ ثم اِن كثيرا منهُم بعد ذٰلك في الاَرض لمسرفون۔''[45]

کنزالایمان:

"بے شک ان کے پاس ہمارے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ آئے پھر بے شک ان میں بہت اس کے بعد زمین میں زیادتی کرنے والے ہیں۔"[46]

---

[43] آلوسی، روح المعانی، 4:431

Ālūsī, Tafsīr Rūh-ul-M'āni, 431/4

[44] الرازی، محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 2000ء، 6:18

Al-Rāzi, Muhammad bin Umar, Mafateeh ul Ghiab, Dar-ul-Kutab Ilmiya, Beirut, 2000, 18/6

[45] سورۃ المائدہ:32

Al-Māedah, 32:5

[46] احمد رضا خان، کنزالایمان، ص:32

Ahmad Raza Khan Brelvi, Kanz-ul-Imān, p.32

احسن البیان:

"اور ان کے پاس ہمارے بہت سے رسول ظاہر دلیلیں لے کر آئے، لیکن پھر اس کے بھی ان میں اکثر لوگ زمین میں (ظلم وزیادتی) اور زبردستی کرنے والے ہی رہے۔"[47]

معارف القرآن:

"اور لا چکے ہیں ان کے پاس رسول ہمارے کھلے ہوئے حکم بہت لوگ ان میں سے اس پر بھی ملک میں دست درازی کرتے ہیں۔"[48]

تقابل:

صاحب کنز الایمان نے 'فی الأرض لمسرفون' کا ترجمہ "زمین میں زیادتی کرنے والے" احسن البیان میں اس کا ترجمہ "ظلم وزیادتی اور زبردستی کرنے والے" جبکہ معارف القرآن میں "دست دارازی کرنے والے مرقوم ہے۔"

مذکورہ بالا آیت میں لمسرفون کا معنیٰ حد سے بڑھ جانا، ظلم کرنا اور دست دارازی وغیرہ۔ جیسے تمام افعال قبیح پائے جاتے ہیں اور ان تمام معانی کے لئے زیادتی کا لفظ موزوں ہیں جو کہ صاحب کنز الایمان نے لکھا ہے جبکہ احسن البیان میں مرقوم 'ظلم وزیادتی اور زبردستی' کے الفاظ میں طوالت محسوس ہوتی ہے۔ اسی طرح معارف القرآن کا ترجمہ 'دست درازی کرنے والے' بھی ایک معنیٰ کو ظاہر کر رہا ہے، لہٰذا صاحب کنز الایمان کا ترجمہ 'زیادتی' ہی بلیغ ہے۔

❖ **سمٰعون ، کا مفہوم**

"و من الذین ھَادوا سمٰعون للکذب سمٰعون لقوم اٰخرین لم یاْتوک یحرفون الکلم منْ بعد مواضعه۔"[49]

کنز الایمان:

"اور کچھ یہودی جھوٹ خوب سنتے ہیں اور لوگوں کی خوب سنتے ہیں جو تمہارے پاس حاضر نہ ہوئے اللہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں کے بعد بدل دیتے ہیں۔"[50]

احسن البیان:

"اور یہودیوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو غلط باتیں سننے کے عادی ہیں اور ان لوگوں کے جاسوس ہیں جو اب تک آپ کے پاس نہیں

---

(47) جوناگڑھی، ترجمہ قرآن ملحق تفسیر احسن البیان، ص:145

Muhammad Jūna Garrhi ,Tarjuma Qur'ān,p:145

(48) مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، 3:107

Muhammad Shafi, M'ārif-ul-Qurān,107/3

(49) سورۃ المائدہ:41

Al-Māedah, 41:5

(50) احمد رضا خان، کنز الایمان، ص:147

Ahmad Raza Khan Brelvi, Kanz-ul-Imān, p:147

آئے۔ وہ کلمات کے اصلی موقعہ کو چھوڑ کر انہیں متغیر کر دیا کرتے ہیں۔"[51]

معارف القرآن:

"اور وہ جو یہودی ہیں جاسوسی کرتے ہیں جھوٹ بولنے کے لئے وہ جاسوس ہیں دوسری جماعت کے جو تجھ کو نہیں آئی بدل ڈالتے ہیں۔ بات کو اس کا ٹھکانہ چھوڑ کر۔"[52]

تقابل:

مذکورہ بالا آیت کے تراجم میں صاحب کنز الایمان نے 'سماعون للکذب' کا ترجمہ "جھوٹ خوب سنتے ہیں۔" اسی طرح سمعون لقوم آخرین کا ترجمہ "اور لوگوں کی خوب سنتے ہیں۔" کیا ہے جبکہ احسن البیان میں 'جو غلط باتیں سننے کے عادی ہیں' اور ان لوگوں کے جاسوس ہیں۔" کیا گیا ہے اسی طرح معارف القرآن میں ہے۔ جاسوسی کرتے ہیں جھوٹ بولنے کے لئے اور وہ جاسوس ہیں۔" مرقوم ہے۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں ب:

''﴿سمّٰعون للكذب﴾ أي يستجيبون ﴿سمّٰعون لقوم آخرين﴾ أي يستجيبون لأقوام آخرين۔''[53]

"سماعون للکذب سے مراد وہ جواب طلب کرتے ہیں جھوٹ کے لئے اور دوسری قوم کی جاسوسی کرتے ہیں۔"

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''﴿سمّٰعون﴾ أي سمعون لم يقصدوك بالاتيان بل قصدوا السماع للإنتهاء إلى قوم آخرين مما لا ينبغي أن يلتفت إليه۔''[54]

"وہ جاسوسی کرتے ہیں اس سے صرف ان کا قصد دوسری قوم کو ان باتوں کی خبر دینا ہوتا ہے۔"

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''﴿سمّٰعون لقوم آخرين﴾ فالمعنىٰ أنهم أعين و جواسيس لقوم آخرين۔'' [55]

"اس کا مطلب ہے کہ وہ دوسری قوم کے لئے جاسوسی کرتے ہیں۔"

---

[51] جوناگڑھی، ترجمہ قرآن ملحق تفسیر احسن البیان، ص:147

Muhammad Jūna Garrhi ,Tarjuma Qur'ān,p:147

[52] مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، 3:138

Muhammad Shafi. M'ārif-ul-Qu'rān, 138/3

[53] ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 2:66

Ibn e Kathīr, Tafseerul Qur'an, 66/2

[54] آلوسی، روح المعانی، 2:137

Ālūsī. Tafsīr Rūh-ul-M'ānī, 137/2

[55] رازي، مفاتیح الغیب، 6:60

Razi, Mafātīh-ul-Ghaib, 60/6

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''أي هم جواسيس يعني بني قريظة لقوم آخرين وهم أهل خيبر۔''[56]

''اس سے مراد جاسوس ہیں یعنی بنی قریظہ جو اہل خیبر کے لئے جاسوسی کرتے ہیں۔''

مفسرین کے مطابق اس آیت میں سماعون کا ترجمہ جاسوسی کرنا ہے۔ اگرچہ اس کا لفظی ترجمہ بہت زیادہ سننا ہے، لیکن یہاں پر جن لوگوں کی یہ صفت بیان کی گئی ہے ان کا کام صرف سننا نہیں بلکہ وہ ان باتوں کی ٹوہ میں رہتے تھے اور پھر دوسروں تک یہ باتیں پہنچاتے تھے۔ اور اس فعل کے فاعل پر جاسوس کا لفظ اطلاق کرتا ہے۔ لہٰذا معارف القرآن کا ترجمہ دونوں جگہوں پر بلیغ ہے۔ صاحب کنز الایمان نے اس کا لفظی ترجمہ کیا ہے اسی طرح احسن البیان میں پہلے (سماعون) ترجمہ غلط باتیں سننے کے عادی کیا ہے اور یہ اپنا پورا معنی نہیں دے رہا۔

حاصل بحث:

مختلف مکاتب فکر کی نمائندگی کرنے والی علمی شخصیات کے کیے گئے اردو قرآنی تراجم پاک وہند میں متداول ہیں اور ان تراجم کے ذریعے قرآن کو کثیر تعداد میں پڑھا اور سنا جاتا ہے اردو دان طبقہ کا قرآن کے مدلول و مقصود کے سمجھنے کا یہی تراجم ایک ذریعہ ہیں اور عربی سے اردو میں تبدیل کرتے ہوئے الفاظ اور جملوں کا تنوع ایک لازمی امر ہوتا ہے اور فصاحت وبلاغت، استعارہ اور، استشہاد و مقصود الٰہی چونکہ یہ سب صنعتیں مترجم کے ترجمہ کرتے وقت پیش نظر ہوتی ہیں اور اس کے علاوہ سب سے اہم مترجم کا مسلکی ذوق و اہمیت ہے کہ جس کے تناظر میں وہ ترجمہ کرتے ہوئے الفاظ کا انتخاب کرتا ہے۔ لہٰذا برصغیر میں کیے جانے والے اردو تراجم کا انہی پہلوؤں سے ایک دوسرے سے لفظی و معنوی تفاوت ہے کہ جس سے معانی و مسائل اور مقصود الٰہی کے تعین میں بہت فرق پڑ جاتا ہے اس صورت میں ہر مکتبہ فکر اپنے نمائندہ شخصیت کے کیے گئے اردو ترجمہ کو راجح اور دیگر تراجم کو مرجوح خیال کرتا نظر آتا ہے۔ اگرچہ مترجمین نے پورے اخلاص سے قرآن کی اس عظیم خدمت کو سرانجام دیا اور پوری کوشش کی گئ کہ مراد الٰہی سے قریب تر الفاظ کا چناؤ کیا جائے تاہم بشری تقاضوں کے پیش نظر قرآن کا کسی اور زبان میں ترجمہ اس کی اصل عبارت کا حق ادا نہیں کر سکتا برصغیر کے معروف نمائندہ قرآنی تراجم میں کنز الایمان از احمد رضا خان بریلوی، ترجمہ مولانا محمد جوناگڑھی مرقوم در احسن البیان اور ترجمہ مولانا محمود الحسن مرقوم در معارف القرآن متداول وشائع ہیں۔ اردو زبان میں کیے گیے مذکورہ تراجم میں مترجمین نے اپنی اپنی بساط کے مطابق مقصود الٰہی کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے اور ایسے الفاظ لائے ہیں جو ان کے تئیں موزوں تر تھے مذکورہ تراجم کے موازنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اردو زبان میں قرآنی ترجمہ کے لیے الفاظ کے چناؤ کی ابھی مزید گنجائش ہے۔

[56] بغوی، حسین بن مسعود، معالم التنزیل القرآن، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1420ھ، 2:269

Baghwi, Hussain bin Masūd, Muālim-ul-Tanzīl, Dār Ihyā Al-Turas-Al-Arabi, Beirūt,1420AD, 296/2